بانی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، انڈیا

جلالۃ العلم حافظ ملت

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی

از

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی / مولانا الیاس عطار قادری

حضور حافظ ملّت
مناقب جلیلہ کے آئینہ میں

جن شخصیات پر حقیقی معنی میں عظیم کہلائے جانے کا اطلاق ہوتا ہے وہ دنیاوی کروفر، نام ونمود اور دولت وشہرت وجاہ وحشمت سے بے پرواصرف اور صرف رضاے الٰہی اور رضاے رسالت پناہی کی خاطر صراط مستقیم پر گام زن رہتے ہوئے بندگانِ الٰہی کو اسی راہِ خداوندی پر چلاتے رہتے ہیں۔ وہ دینِ متین کی تبلیغ واشاعت، خدمتِ خلق اور قوم وملت کی فلاح وصلاح کے لیے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ وقف کیے رہتے ہیں اور ایسے ہی بندوں کو ربِّ عظیم نے اپنا احسان یافتہ بندہ فرمایا ہے۔

اور جب اللہ نے اپنا مقبول بندہ بنا لیا ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ صاحبِ عظمت بے نام و بے نشان ہو کر رہ جائیں۔ ربِ کائنات ان کی محبت بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور وہ خود ان کی عظمتوں کے گُن گانے لگتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے مخالفین و حاسدین کے دلوں میں بھی ان کی ایسی ہیبت بھر جاتی ہے کہ وہ بھی ان کی اچھائیوں اور برائیوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ایک ایسی ہی عظیم وجلیل شخصیت اور خداے لم یزل کے احسان یافتہ بندے کو زمانہ ”حافظ ملت“ کے نام نامی، اسم گرامی سے جانتا، پہچانتا اور مانتا ہے۔ یعنی استاذ العلما، جلالۃ العلم، حافظ ملت ابو الفیض حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری، بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور (قدس سرہ العزیز) کو۔

حضرت حافظ ملت اپنی عظمت و بزرگی، خدماتِ جلیلہ اور تقدیسی کارناموں پر اپنی سادگی اور انکساری کا پردہ ڈالے رہے، لیکن انھیں دیکھنے اور پرکھنے والوں نے حجاب اٹھا اٹھا کر دیکھا اور ہر ہر پردے میں ان کی عظمت ورفعت اور تقدیس وجلالت کے ایک سے بڑھ کر ایک حسین جلوے دیکھے اور ان کے سامنے عقیدت و نیاز کی جبینیں خم کرتے رہے۔ ان کی بڑائی اور بلندی کے گیت گاتے رہے، حتی کہ مخالفین وحاسدین کو بھی انھیں ”عظیم“ ماننے پر مجبور کر دیا۔ اور خود کو بے نام ونشان سمجھنے والے اس عظیم اور نیک انسان ایسا نام ونشان والا بن کر چمکا اور چمک رہا ہے کہ زمانے کی کوئی بھی بے داد آندھی اس تب وتاب کو دھندلا سکتی ہے نہ ہی ظلمت وتیرگی کی کوئی پرچھائیں اس کی رخشندگی کے قریب پھٹک سکتی ہے۔

اگر حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ عظمت و رفیع میں صاحبانِ علم وقلم منثور ومنظوم خراج ہاے تحسین وعقیدت نہ بھی پیش کرتے تب بھی علم وفضل کا شہرستان جمیل، تیرگیِ باطل کو کافور کرنے والا، غلبۂ اسلام کا بلند و بالا مینارۂ نور ”الجامعۃ الاشرفیہ“ مبارک پور ان کی عظمت کی گواہی کے لیے کافی تھا جو ان کی بڑائی اور بلندی اور تقدیسی کارناموں کی داستان سنا رہا ہے، اور وہ چراغ جنھیں حافظ ملت نے روشن کیا تھا اور جو پوری دنیا میں ”مصباحیوں“ کی شکل میں دین وسنیت اور علم وفضل، فن وادب کا اجالا برپا کر رہے ہیں، ان کی روشنیاں ہی منعکس ہو ہو کر ان کی اجلی اجلی شخصیت، ان کی نورانیت وروحانیت اور ان کے تابندہ کارناموں کو جگ ظاہر کر کے ان کی عظمتوں کا اظہار کر رہی ہیں۔

نام ونشان سے بے پروا حافظ ملت کو ربِ کائنات نے ایسی مقبولیت عطا کی تھی کہ خود ان کی حیاتِ ظاہری میں بڑے بڑے جبہ ودستار والے اور کج کلاہانِ عصر ان کے سامنے زانوے ادب طے کرتے رہے، ان کی عظمتوں کو سلامی دیتے رہے، مدرسوں اور دانش کدوں میں، خانقاہوں اور درس گاہوں میں، جلسوں اور کانفرنسوں

میں اور محفلوں ومجلسوں میں ان کی عظمتوں کے گن گاتے رہے اور جب انھوں نے آخری انگڑائی لی اور اس دنیا کو الوداع کہا تو ایک کہرام برپا ہو گیا۔ آہیں اور سسکیاں ہی نہیں نکلیں، چیخیں اور کراہیں بلند ہوئیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے اُبل پڑے۔

حافظ ملت کی جدائی کے غم میں ان کے اہلِ خانہ، اعزا واقربا، عامۃ المسلمین، تلامذہ ومریدین، معتقدین ومتوسلین، طالبانِ علومِ دین، علما ومشائخ اور مدیرین ومفکرین ہی کی آنکھیں اشک بار نہیں ہوئیں بلکہ جب اہلِ سنت کے تاج دار، کروڑ ہا دلوں کے قرار سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو وصالِ حافظ ملت قدس سرہ کے بعد "استقامت ڈائجسٹ" کان پور کی ورق گردانی کرتے ہوئے رحلتِ حافظِ ملت کی خبر پر نظر پڑی تو جیسے ایک سکتہ سا ہو گیا۔ یہ آنکھوں دیکھا واقعہ ہے۔ نورانی آنکھوں سے اشکوں کے موتی اُبل پڑے اور ایک آہ بھرتے ہوئے فرمایا: آہ! مجھے پہلے کیوں خبر نہیں دی گئی۔ اب حافظ ملت کا بدل بہت مشکل ہے۔ اور پھر حضرت مفتیِ اعظم نے دعاے مغفرت کے لیے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔

[راقم یہ آنکھوں دیکھا حال اپنی تالیف "مفتی اعظم ہند" میں پیش کر چکا ہے۔]

انھیں سرکار مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ نے اپنے تیسرے اور آخری حج وزیارت پر جانے سے قبل ایک دن معتقدین کے مجمع میں یہ فرمایا کہ:

"حج وزیارت کے لیے فوٹو کا قانون نافذ ہونے کے بعد بغیر فوٹو کے حافظ عبدالعزیز صاحب نے فریضہ حج ادا کیا اور الحمدللہ بغیر فوٹو کے حج وزیارت کا یہ شرف اس فقیر کو حاصل ہونے جا رہا ہے۔

تاج دارِ اہلِ سنت اور اپنے زمانہ کے تاج دار ولایت [خود سرکار حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی اعظم ہند کو "تاج دارِ ولایت" کہا ہے (ملفوظات حافظ ملت)] کا یہ فرمانا اور وصالِ حافظ ملت کی خبر پڑھ کر اشک بار ہو جانا عظمتِ حافظِ ملت کی گواہی کے لیے کم ہے؟ نہیں نہیں! یہ تو وہ گواہی ہے جو لاکھوں گواہیوں پر بھاری ہے۔

عظمتِ حافظِ ملت پر ایک گواہی اور ملاحظہ کیجیے: جہانِ سنیت کی آبرو، یقین کے ماہِ مبین سیدنا سرکار احسن العلما حضرت مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں مارہروی قدس سرہ العزیز حافظ ملت کی بڑائی کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:

"علم وحکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیا باری سے اقطار ہند وبیرون ہند منور، جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئیں، جو یقیناً کھانے کے دستر خوان سے لے کر محراب ومنبر اور مسند درس و افتا سے تختِ مشیخت تک حافظ ملت تھے"۔

(ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، حافظ ملت نمبر)

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی عظمت کے اظہار میں حضور احسن العلما قدس سرہ کا یہ ارشاد بھی ایک دستاویزی حیثیت کا حامل ہے۔

وصالِ حافظ ملت پر جہانِ سنیت سے آئے ہوئے تقریب ناموں، پیغامات اور تاثرات کے انبار لگتے چلے گئے، ان کے عرس چہلم تک ان کی حیات وشخصیت پر متعدد کتب ورسائل بھی طبع ہو کر منظر عام پر آئے۔ سخن ورانِ عصر نے ان کی بارگاہِ عظمت میں منظوم خراج ہاے تحسین وعقیدت بھی پیش کیے۔ ادبا اور مصنفین نے مقالات ومضامین لکھے، اب تک حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیات شخصیت اور ان کے کارناموں پر لکھے جانے کا ایک سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ اقدس میں سخن ورانِ عصر نے جو منظوم خراج ہاے عقیدت وتحسین پیش کیے ہیں اور جو ماہ نامہ اشرفیہ کے "حافظ ملت نمبر" اور دوسرے شماروں نیز دیگر جرائد و رسائل اور شعرا کے دواوین میں چھپ چکے ہیں، انھیں کا احاطہ دشوار ہے، کجا ان پر شائع نثری تحریروں کا۔ لہٰذا راقم اس مضمون میں فی الوقت "حافظ ملت نمبر" ہی میں شائع ان کے مناقبِ جلیلہ کی روشنی میں ان کی شخصیت اور تقدیسی کارناموں کا ایک جائزہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے کہ ان صاحبانِ فن وادب کہ جن میں علما ومشائخ بھی ہیں، نے حضرت حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کو کیسا دیکھا، کیسا پایا، اور ان کے کارہاے نمایاں کو کس حد تک اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

مستقل مناقب کے علاوہ متعدد شعرا کے متفرق اشعار و قطعات اور قطعات تاریخ وفات بھی اس نمبر میں شامل ہیں، انھیں بھی اس جائزہ میں شامل رکھا جائے گا۔

(۱)- پدم شری الحاج بیکل اتساہی حافظ ملت کے مریدین میں سب سے زیادہ چہیتے اور بارگاہِ مرشد کے مقرب ومعتبر ومستند رہے ہیں اور خود بیکل صاحب کو اپنے مرشد برحق سے ایسی عقیدت و

محبت تھی کہ بس یہی کہا جائے کہ وہ اس شمع فروزاں کے پروانے تھے۔

بیکل نے صنعتِ ترشیح میں جو منقبت بارگاہِ مرشد میں پیش کی ہے اس کا عنوان ہے "حضور حافظ ملت" آپ نے "ح" سے لے کر "ت" تک ہر حرف پر ایک شعر لکھا ہے، مطلع اس طرح ہے۔

ح- حافظ قرآں، احادیث و شریعت آشنا
حاجی الحرمین، انوارِ طریقت آشنا

بیکلؔ صاحب نے اپنی منقبت میں حضرت حافظ ملت کے علم وفضل، زہد و تقویٰ، سادگی، ایثار اور بالخصوص "تعمیر اشرفیہ" کے کارنامۂ عظیم کا خوب صورت اظہار کیا ہے۔

ت- تابشِ تعمیر تاجِ سنیت، تحریکِ نو
تارکِ عیش و طرب، تسکین و عشرت آشنا

بیکلؔ کا یہ شعر (جو متفرقات میں شامل ہے) لائق دید ہے:

قناعت جس پہ کرتی ناز، تقویٰ جس کا شیدائی
ہزاروں محفلوں پر بھاری جس کی ایک تنہائی

(۲)- مولانا نذیر الاکرم مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے روایتی انداز میں حضور حافظ ملت کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ یہ شعر لائقِ دید ہے۔

حافظِ ملت حقیقت میں تمھاری ذات تھی
دینِ پاکِ مصطفیٰ کی شرح تھی جو بات تھی

(۳)- حکیم محمد یوسف عظیم آبادی کی مسدس میں منقبت بہت طویل ہے۔ آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ کے تعلق سے حافظ ملت کی عظمت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے وصالِ پاک سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا اظہار کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ بند لائقِ ملاحظہ ہے۔

دعا یہ ہے، پھلے پھولے چمن اسلام کا ہر سو
رہے چرچا جہاں میں اشرفیہ نام کا ہر سو
کہاں تھی ابتدا اس کی، کہاں ہے انتہا اس کی
یہ ڈنکا بج رہا ہے آج کس کے کام کا ہر سو
نہیں ہیں حافظ ملت، مگر ہے یادگار اُن کی
نظر کے سامنے گل کاریاں ہیں بے شمار ان کی

(۴)- حافظ ملت نمبر میں شامل مناقب جلیلہ میں جو منقبت تیزی سے قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتی ہے وہ ہے علامہ بدر القادری (مقیم ہالینڈ) کی منقبت، جس کا عنوان ہے "حافظ ملت"- علامہ بدر القادری حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے عزیز ترین شاگردوں میں ایک ہیں۔ آپ کو حضرت قدس سرہ سے از حد عقیدت ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ آپ کے "مرکزِ عقیدت" ہیں تو شاید بے جا نہ ہوگا۔

علامہ بدرؔ کی منقبت میں ان کے جذبے کا التہاب اور فدائیت کا شباب عروج پر ہے۔ انھوں نے ایسے شعری پیکر تراشے ہیں جو نور کے دھاروں کی طرح مچل مچل کر حضرت حافظ ملت کی بلائیں لے رہے ہیں، اور ان کی روشنی منعکس ہو ہو کر حافظ ملت کی عظمتوں کا جلوہ دکھا رہی ہے۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال کے لب و لہجے میں حضرت بدرؔ کس بلند آہنگی کے ساتھ لب کشا ہوتے ہیں۔

یہ کون اٹھا ہندِ شمالی کی زمیں سے
علم اور حقائق کی سنبھالے ہوئے قندیل
سدرہ کے مکینوں سے سنا بدرؔ نے اک راز
ہونے کو ہے اب آرزوے شوق کی تکمیل

جناب بدرؔ نے حسین استعاراتی انداز میں حافظ ملت کی تمنائے حسین اور طالبانِ علم نبوت کے آرزوے شوق "الجامعۃ الاشرفیہ" کی تاسیس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تعمیر اشرفیہ حافظ ملت کا عظیم کارنامہ ہے۔ اور آج یہ "اشرفیہ" جہانِ سنیت اور علم وفضل کی آبرو اور غلبۂ اسلام کا بلند و بالا مینارۂ نور بنا ہوا ہے اور علم و عمل کا اجالا برپا کر رہا ہے۔

حسین اور نادرہ کار تشبیہات کے جلو میں بدرِ محترم نے حضرت حافظ ملت کی دینی و ملی دردمندی اور عزم و حوصلہ کا بھی زبردست اظہار کیا ہے۔

اخلاص کی کشتی کا سہارا ہیں یہ بازو
یہ ہاتھ نہیں قصرِ تمدن کا ستوں ہے
حسنِ رخِ انجم بنے اِس قوم کا سیندور
یہ حوصلہ، یہ عزمِ مصمم، یہ جنوں ہے

جناب بدرؔ نے حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علم وفضل، حکمت و دانائی، عزم و حوصلہ، دینی استقامت، شریعت و سنت کی اٹل

پیروی، مجاہدانہ کردار وغیرہ کو بھی بہت بلند آہنگی کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔ یہ شعر خاص طور سے لائق توجہ ہے؎

کرتی ہے مجاہد کے عزائم کی صلابت
پتھر کی چٹانوں کو بھی جوں موجۂ سیّال

حافظ ملت کی مومنانہ شان اور مجاہدانہ آن بان کا اظہار ملاحظہ کیجیے؎

اِس دور میں کس مردِ مجاہد نے کیا فاش
اوہام سے آزاد ہے مذہب کا گلو بند
ہر قطرۂ خوں میں ہے امنگوں کا تلاطم
جذبات کا سینے میں سمیٹے ہوئے طوفاں
سیلِ غم و اندوہ سے ہنس ہنس کے گزرنا
اسلام کی توقیر پہ مر مٹنے کا ارماں

آخر میں سرکار حافظ ملت کی عظمت و مقبولیت کا اظہار بہت ہی ڈرامائی انداز میں کرتے ہیں؎

ہے عالمِ ملکوت میں اک رشک کا عالم
کس پیکرِ خاکی کی فرشتوں میں ہے شہرت
اے اہلِ زمیں، دے دو خبر اہلِ فلک کو
کہتے ہیں اسی ذات کو ہم حافظ ملت

علامہ بدر القادری نے اپنی منقبت کے ذریعہ حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت اور کارناموں کی بہت ہی شان دار منظر کشی کی ہے۔

(۵)-علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (موریشش) نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علم و فضل اور بڑائی و بلندی کا بیان کرتے ہوئے اظہارِ تعزیت کیا ہے؎

حافظِ دین و ملت کو نیند آگئی
قائدِ اہلِ سنت کو نیند آگئی

(۶)- جناب فراز مبارک پوری نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں اس طرح حافظ ملت کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے؎

اہلِ دانش کی بصیرت، اہلِ دل کے سر کا تاج
آشنائے رمزِ قرآں، بزمِ ملت کا سراج
پیرہن کا ظرف جس کی چاک دامانی میں تھا
صبر و استغنا کا سورج جس کی پیشانی میں تھا
اے وقارِ قوم اے پیرِ طریقت، زندہ باد
زندہ باد اے حافظِ تنظیمِ ملت زندہ باد

(۷)- جناب راجا رشید محمود لاہور نے عقیدت کیشانہ انداز میں حافظ ملت کو خراج پیش کیا ہے۔ یہ شعر لائقِ توجہ ہے؎

حضرتِ احمد رضا خاں کے تلطف سے ہوئی
دشمنانِ دیں پہ شدت حافظِ ملت کی ذات

(۸)- جناب نعیم اعجاز مصباحی اس طرح حافظِ ملت کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں؎

تری حیاتِ مقدس کے پاک صاف نقوش
بنے ہیں راہ نما اہلِ کارواں کے لیے

(۹)- جناب منیرؔ دیوگامی نے اظہارِ تعزیت کی شکل میں حافظِ ملت کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ ان کی ترجیح بند کا یہ بند ملاحظہ کریں؎

خُمِ عرفاں کے بھرے جام لنڈھائے گا کون
تشنگیٔ قلبِ پریشاں کی بجھائے گا کون
وہ تو آتے ہی نہیں، بزم میں آئے گا کون
میں منیرؔ ان کو بھلا باغِ جناں سے لاؤں
آہ اب حافظِ ملت کو کہاں سے لاؤں؟

(۱۰)- پروفیسر انجم عرفانی نے اپنی منقبتیہ نظم "صدائے غم" کے توسط سے اپنی شعری حرکیت، بلند آہنگی، صنعت تلمیح اور صنعت اقتباس کے جلوے دکھاتے ہوئے وصالِ حافظِ ملت پر اپنے رنج و غم اور دلی کیفیت کا خوب صورت اظہار کیا ہے۔ حافظ ملت کے اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے کے بعد کی قوم و ملت کی سوگواری، سونے پن اور برپا خلائے عظیم کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت حافظ ملت قدس سرہ کے مجاہدانہ کردار و عمل اور ان کی عظمت و بلندی کو بہت ہی دل نشیں پیرائے میں اجاگر کیا ہے۔ نظم کا ہر ہر بند دل پسند اور ان کی صدا کے حزن اور نوا کی توانائی کا غماز ہے۔ بخوفِ طوالت ہر بند کو پیش نہیں کیا جا رہا ہے۔ بندوں کے گلو بند کی کچھ لڑیوں کی گہر آبی نمونۂ پیش ہیں جن سے سرکار حافظ ملت علیہ الرحمہ کی قد آوری، عظمت و تقدیس، مجاہدانہ و مومنانہ شان اور قائدانہ کردار کا اظہار ہوتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے؎

روٹھا ہے برگِ گل کا تبسم، حنا کا رنگ
ہے بند بابِ حکمت و عرفاں و علمِ دیں

وہ نغمہ قال اللہ و قال الرسول اب
روٹھا ہے یوں کہ شہد نہ کانوں میں گھولے گا

اے گوشۂ حرم ، ہے کہاں بوریہ نشیں
ٹھوکر نے جس کی تختِ جم و کے کو تھا ہراس

پرچم فلک اسیر، نگہ آسماں کمند
سمت جبل شکست، عزائم ملک شکار
ظاہر میں مُشتِ خاک، خمیدہ کمر، ضعیف
خارا شگاف اس کی نظر، دل فریب ذکر

کلامِ انجم عرفانی میں حسنِ تراکیب بھی لائقِ دید ہیں اور یہ ان کے استعارہ سازی کے نادرہ کار انداز کا پتہ دیتے ہیں۔

چند متفرق اشعار میں حافظ ملت کی عظمتوں کا اظہار۔

نقش تیرا ہر قدم پر نور کا سامان تھا
ہر خرد والا تری تحریک پر قربان تھا
(اقبال اعظمی)

تیرے علم و فضل کی ممنون ہے انسانیت
اے سریر آرائے بزمِ آدمیت، زندہ باد
(سالک گورکھپوری)

ملتِ بیضا کے حافظ کی یہ عظمت زندہ باد
کشتۂ عشقِ پیمبر تاقیامت زندہ باد
(ڈاکٹر محی الدین اظہر مرحوم)

نازشِ دہر تھے، باعثِ فخر تھے، حافظِ دین و ملت خدا کی قسم
ایسے مالی پہ قربان ہے جان وتن خون سے دین کا جس نے سینچا چمن
(علامہ اسلم بستوی رحمۃ اللہ علیہ)

حافظِ ملت ، مجاہد، خرقہ پوشوں کے امام
کشورِ علم و ادب کے خسروِ عالی مقام
(وصی سیتا پوری)

حافظِ ملت تو آں کارِ نمایاں کردۂ
گردنِ ما را بزیرِ بارِ احساں کردۂ
گہ زمینے را بہ اوجِ آسماں بگزاشتی
گہ فلک را پاے بوسِ تہ نشیناں کردۂ
(ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی)

عظمتوں کا آفتاب اور رفعتوں کا ماہ تاب
فرش والو، عرش پر ہے حافظِ ملت کی بات
(اختر الاعظمی مصباحی)

ویسے تو نہیں کوئی بشر نطق سے محروم
پائی تھی مگر حافظِ ملت نے زباں اور
ہم ہو گئے بیدار، پکارا جو انھوں نے
یہ سچ ہے کہ ہوتی ہے مجاہد کی اذاں اور
(پروفیسر اختر بستوی مرحوم)

جو مجسم فیض تھا اور پیکرِ جود و نوال
کشت زارِ علم جس سے ہو گئے صدہا نہال
(حضرت عثمان اعظمی)

اہلِ سنت کے قافلہ سالار
حامیِ دینِ احمدِ مختار
صاحبِ تاج مجد و عز و وقار
ہند میں قصرِ علم کے معمار
چشمۂ علم و دانش و حکمت
روحِ اخلاص حافظِ ملت
(حضرت نسیم بستوی علیہ الرحمہ)

خلاصۂ کلام: قوم وملت کے معمار و پاسبان ومحافظ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شانِ رفیع میں سخن ورانِ عصر نے جو کچھ لکھا اور کہا ہے حق ہے لیکن حق یہ ہے کہ ان کی عظمتوں کے اظہار کا حق پھر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

جلالۃ العلم حافظ ملت

حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی

امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس قادری

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور دنیاے اہل سنت کی عظیم الشان درس گاہ ہے جو ہند کے صوبہ یو پی کے ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ مبارک پور میں واقع ہے۔ اس عظیم الشان دینی درس گاہ کے بانی استاذ العلما جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی ہیں۔ آپ ۲۹ رشوال المکرم ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۴ رجنوری ۱۹۳۴ء میں اپنے استاذِ مکرم صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی کے حکم پر تکمیلِ درسیات کے بعد مبارک پور تشریف لائے۔ اس وقت یہاں ایک مدرسہ مصباح العلوم کے نام سے قائم تھا۔ حضرت حافظ ملت کی انتھک کوششوں کے باعث اللہ عزوجل نے اس چھوٹے سے مدرسے میں برکت عطا فرمائی اور بالآخر یہ مدرسہ ایک قد آور پھل دار درخت کی حیثیت اختیار کر گیا اور جامعہ اشرفیہ کے نام سے متعارف ہوا۔ اس ادارے سے فارغ التحصیل ہونے والے اس کے قدیم نام "مصباح العلوم" کی نسبت سے "مصباحی" کہلاتے ہیں۔

سنت کی محبت:

حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے ہر عمل میں سنت کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ ایک بار حضرت کے دائیں پاؤں میں زخم ہو گیا۔ ایک صاحب دوا لے کر پہنچے اور کہا: حضرت! دوا حاضر ہے۔ جاڑے کا زمانہ تھا۔ حضرت موزہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے پہلے اپنے بائیں پاؤں کا موزہ اتارا، وہ صاحب بول پڑے: حضرت زخم تو داہنے پاؤں میں ہے! آپ نے فرمایا: بائیں پاؤں کا پہلے اتارنا سنت ہے۔

حافظ ملت کی کرامت:

الجامعۃ الاشرفیہ کے بانی حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ سوانح نگاروں نے آپ کی کرامات بیان کی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے۔ جامع مسجد مبارک شاہ پہلے مختصر ہی تھی اور بوسیدہ بھی ہو گئی تھی۔ آبادی کی وسعت کے لحاظ سے اس کا وسیع ہونا بھی ضروری تھا۔ بہر حال پرانی مسجد شہید کر کے نئی بنیادیں بھری گئیں اور مسجد کی توسیع کا کام شروع ہوا۔ مبارک پور کے مسلمانوں نے دل چسپی اور لگن کے ساتھ اس تعمیر میں حصہ لیا۔ حضرت حافظ ملت اس کام کے رہ نما اور سربراہ تھے۔ حضرت نے جامع مسجد کے لیے پوری توجہ اور محنت سے چندے کی فراہمی کی۔ مبارک پور میں کافی جوش وخروش تھا۔ غربت کے باوجود مسلمان اپنی دینی حمیت کا پورا ثبوت دے رہے تھے۔ مردوں نے اپنی کمائی اور عورتوں نے اپنے زیورات وغیرہ سے امداد کی۔ چھت پڑنے کے بعد حاجی محمد عمر نہایت پریشانی میں دوڑے ہوئے حضرت کے پاس آئے اور کہا: حافظ صاحب جامع مسجد کی چھت نیچے آرہی ہے اب کیا ہوگا! حاجی صاحب یہ کہتے ہوئے رو پڑے۔ حضرت حافظ ملت فوراً اٹھے، وضو کیا اور حاجی صاحب کے ساتھ گھر سے باہر نکلے اور اپنے پڑوسی خان محمد صاحب کو ہم راہ لیا۔ جامع مسجد پہنچ کر بسم اللہ الرحمٰن پڑھتے ہوئے لکڑی کی چند بلّیاں لگا دیں۔ الحمد للہ کہ چھت نہ صرف برابر اور درست ہو گئی بلکہ آج دیکھیے تو یہ پتہ بھی نہ لگ سکے گا کہ کس حصے کی چھت جھک رہی تھی۔

حافظ ملت کی بعض عاداتِ مبارکہ:

وضو کرنے کے لیے بیٹھنا ہوتا تو قبلہ رخ بیٹھتے۔ حضرت کا پاجامہ کبھی اتنا لمبا نہ دیکھا گیا کہ ٹخنہ چھپ جائے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کے وضع اور لباس کا انداز دیکھ کر **(ص:۲۱ کا بقیہ)** لوگوں کو شرعی وضع سمجھ میں آجاتی تھی۔ سفر وحضر میں حضور حافظ ملت کی پیاری پیاری اداؤں میں سے یہ بھی تھا کہ کھانے سے پہلے اور بعد دونوں ہاتھ گٹے تک دھوتے، اور لقمہ خوب چبا کر کھاتے۔ کھانا خواہ مزاج کے موافق ہو یا ناموافق، اُس میں عیب نہ نکالتے، کھانے کے بعد فوراً پانی نہ پیتے بلکہ کچھ وقفے کے بعد پیتے۔ اسی طرح پانی

جب بھی پیتے چوس کر تین سانس میں پیتے۔

سرمہ لگانے کی برکت سے بڑھاپے میں بھی بینائی تیز تھی۔

حضور حافظ ملت کی عمر شریف ستّر سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اس وقت کا واقعہ ہے۔ ٹرین سے سفر کر رہے تھے، جس برتھ پر تشریف فرما تھے، اتفاق سے اس پر ایک ڈاکٹر صاحب بھی بیٹھے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ کلام شروع کیا تو آپ کی جلالتِ علمی سے بہت متاثر ہوئے اور بار بار آپ کی طرف حیرت سے دیکھتے رہے۔ دورانِ گفتگو ڈاکٹر صاحب نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: مولانا صاحب میں آنکھوں کا ڈاکٹر ہوں، میں دیکھ رہا ہوں کہ اس عمر میں بھی آپ کی بینائی میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ آپ کی آنکھوں میں بچوں کی آنکھوں جیسی چمک ہے، مجھے بتائیے کہ اس کے لیے آخر آپ کیا چیز استعمال کرتے ہیں؟ فرمایا: ڈاکٹر صاحب! میں کوئی خاص دوا استعمال نہیں کرتا۔ ہاں ایک عمل ہے جسے میں بلا ناغہ کرتا ہوں۔ رات کو سونے کے وقت سنت کے مطابق سرمہ استعمال کرتا ہوں اور میرا یقین ہے کہ اس عمل سے بہتر آنکھوں کے لیے دنیا کی کوئی دوا نہیں ہو سکتی۔

اللہ عز وجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا اک گلستاں
علمِ صدر الشریعہ کا بحرِ رواں
علم سے جس کے سیراب سارا جہاں
لہلہانے لگا دین کا بوستاں
جس طرف دیکھیے اس قدم کے نشاں
حافظِ دین وملت پہ لاکھوں سلام

یہ دونوں مضامین اپریل 2012 کے ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا سے لئے گئے ہیں